© rasailojaraid.com

یاد رفتگاں

جناب مظفر حسین ایڈیٹر زراعت نامہ

ڈاکٹر محمد رفیع الدینؒ مرحوم

دے گئے نگاہ پاک بینے جانے بیتاب

گزشتہ سال ۲۹، ۳۰ نومبر کی شب کا ذکر ہے۔ میں ابھی سحری سے فارغ ہوا ہی تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیو اٹھایا۔ دفتر کا چوکیدار شریف بول رہا تھا۔

"صاحب! وہ جو آپ کے دوست ڈاکٹر رفیع الدین صاحب ہیں وہ فوت ہو گئے ہیں۔ ابھی ابھی ٹیلیفون آیا ہے کہ ان کا کراچی میں ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے"۔
میں نے گھبراہٹ کے عالم میں کہا۔

"بھلا کراچی سے ایسی بری خبر کسی کو مجھے ہی دینا تھی"۔

معاً خیال آیا کہ ٹیلیفون کر کے پوچھوں۔ پھر سوچا کہ خدا کرے یہ خبر غلط ہو تو ایسی صورت میں ڈاکٹر صاحب کے گھر والوں کو اس قسم کی خبر ہو۔ اور پھر میری طرف سے، کتنی بری بات ہو گی۔ اس ادھیڑ پن میں میں نے اس سے کہا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے گھر فون کر کے ڈاکٹر صاحب کے صاحبزادے شجاع الدین سے ان کے بارے میں معلوم کر کے مجھے فوراً اطلاع کرے۔
تھوڑی ہی دیر میں اس کا فون آ گیا۔

"صاحب! میں نے پتہ کیا ہے۔ شجاع الدین صاحب نہیں ملے۔ پہلی اطلاع بھی انہیں کے گھر سے ان کے داماد رانا اعجاز صاحب نے دی تھی"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہوا اپنے گھر سے نکلا۔ صرف تین چار دن قبل کراچی جانے سے پہلے وہ ہمارے گھر تشریف لائے تھے اور کوئی کیسے یقین کرتا کہ وہ یوں تندرست و توانا، ہنستے مسکراتے چلتے پھرتے اس دنیا سے یکایک رخصت ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ایک بلند پایہ فلسفی اور منفکر، ایک مخلص مسلمان اور ایک درد مند انسان تھے۔ افسوس کہ ان کی زندگی میں ان کی قدر نہ کی گئی۔ ان کی تحریریں دورِ حاضر کے کسی بھی بڑے منفکر کے مقابلہ میں رکھی جا سکتی ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر بڑی حیرت اور کوفت ہوتی ہے کہ پاکستان میں ان کی علمی عظمت کا اعتراف نہیں کیا گیا اور وہ معاصرانہ چشمک کا شکار ہو کر رہ گئے لیکن جن چند جید علماء نے ان کی عظمت کا کھلم کھلا اعتراف کیا ہے ان میں بھارت کے سید ظفر الحسن مرحوم اور پاکستان میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی جیسے ممتاز علماء کا نام لیا جا سکتا ہے۔ ملک خدا بخش صاحب جب وزیر تعلیم تھے تو انھوں نے تعلیم کو اسلامی آہنگ دینے کے بارے میں کسی مناسب علمی شخصیت کی تلاش میں کسی کی معرفت مولینا مودودی سے رائے لی تو مولانا نے ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب کا ہی نام لیا جس پر ملک صاحب نے مجھے ڈاکٹر صاحب کو کراچی سے بلانے کو کہا۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب کراچی سے لاہور تشریف لے آئے لیکن محکمۂ تعلیم کے جس شعبے میں بھی ڈاکٹر صاحب مرحوم کو تعینات کروانے کی کوشش کی گئی وہیں ہی سے سخت مخالفت ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ان سے وہ کام نہ لیا جا سکا جس کے لیے انہیں کراچی سے بلایا گیا تھا۔

ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی مخالفت میں ان کی ذاتی طبیعت کے کچھ پہلوؤں کا بھی دخل ہو۔ ہر نابغہ ذکی الحس ہوتا ہے۔ اسی ذکاوتِ حسی نے ان میں کسی قدر تنگ مزاجی اور اشتعال انگیزی پیدا کر دی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا جذبۂ ایمان بڑا قوی تھا۔ وہ جو عقاید رکھتے تھے ان میں بڑے متشدد تھے جن سے لوگوں کو ان پر انتہا پسند ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ دین کے معاملے میں تو اس قدر حساس تھے کہ فوراً مشتعل ہو جاتے تھے اور اس ضمن میں کسی قسم کی "رواداری" برتنے کے قائل نہ تھے۔ غالباً ان کی طبیعت کے اسی پہلو نے دوست سے زیادہ دشمن بنا دیے تھے۔ دینی حمیت کا جذبہ ان کے اندر اس قدر شدت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختیار کر گیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے یا عزیز ترین دوست سے کوئی ایسی بات سننے کو تیار نہ تھے جس میں دین کے استخفاف کا ذرا سا بھی پہلو نکلتا ہو۔ جن دنوں ملک میں سوشلزم کا نعرہ پہلی بار بلند ہوا تو وہ سخت دل گرفتہ اور رنجیدہ ہوئے۔ انہی دنوں ان کے سب سے چھوٹے صاحبزادے شجاع الدین نے جو ان دنوں انجینئرنگ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ ایک دن صبح کھانے کی میز پر سوشلزم کے ایک داعی کے حق میں کچھ تعریفی کلمات کہہ دیے۔ ڈاکٹر صاحب اس قدر رنجیدہ ہوئے کہ کھانے کی میز سے سخت ناراضگی کے عالم میں اٹھ کھڑے ہوئے اس روز میرے پاس آئے اور آبدیدہ ہو کر شجاع الدین کی شکایت کی۔ میں نے عرض کیا کہ:۔

"نوجوان ہے اور آپ اسے اتنی بھی آزادی دینے کے روادار نہیں ہیں کہ وہ آپ کے سامنے کسی معاملہ میں اپنی رائے کا اظہار کر سکے؟ آپ اسے دلیل سے قائل کرنے کی کوشش کریں۔"

ایک دفعہ سوشلزم کے مسئلے پر میرے ساتھ اکرام رانا صاحب کی موجودگی میں بحث چھڑ گئی۔ باوجودیکہ ہم میں سے کوئی بھی سوشلزم کا حامی نہیں تھا لیکن ڈاکٹر صاحب کو اعتراض ہماری اس بات پر تھا کہ ہم سرمایہ دار اور مزدور کی جو اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں، وہ قرآن مجید کی اصطلاحیں نہیں ہیں اور دوسرے یہ کہ روٹی کا مسئلہ انسان کا مسئلہ ہی نہیں۔ قرآن تو انسان کے دل سے مفلسی کا خوف دور کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:۔

"مفلسی کے خوف سے دور ہو کر اپنی روح کی پرورش کی فکر کرو اور یقین رکھو کہ اللہ تمہاری مفلسی کو دور کر کے تمہیں دولت مند بنا دے گا۔"

وہ کہتے تھے کہ:۔

"انسان کا مسئلہ صرف ایک ہے اور وہ ہے تعلق باللہ۔ اور قرآن کے نزدیک انسانوں کے طبقات صرف ایمان کے معیار پر ہی قائم کیے جا سکتے ہیں۔ یعنی مومن یا کافر و منافق وغیرہ وغیرہ۔"

ڈاکٹر صاحب اس دن اس قدر غصے میں بول رہے تھے کہ میں نے کبھی انہیں اتنا جذباتی نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیکھا تھا۔

ان کی موت کے بعد ان کے بڑے بھائی پروفیسر نصیرالدین صاحب نے بتلایا کہ ایک دن ان کے والد صاحب نے مایوسی اور قنوطیت کے انداز میں کہا کہ آثار و قرائن ایسے ہیں کہ اب پاکستان میں اسلام زوال پذیر بلکہ ختم ہوتا نظر آرہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب پاس بیٹھے تھے۔ ان کے لیے یہ بات سخت ناگوار بلکہ ناقابل برداشت تھی۔ غصے میں لال بھبھوکا ہو کر کہنے لگے۔

"اباجان! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ دنیا کا ہر مذہب، ہر نظریۂ حیات مٹ جائے گا۔ زندہ فقط اسلام ہی رہے گا۔ بھلا حق کے مقابلے میں باطل کیسے ٹھہر سکتا ہے؟"

ایک دفعہ ڈاکٹر سید عبداللہ کی دعوت پر اردو اکیڈمی میں انہوں نے اسلامی تعلیم کے موضوع پر ایک مقالہ پڑھا جس میں آپ نے فرمایا کہ:۔

"آج کل روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگایا جا رہا ہے۔ لیکن قرآن ہمیں کہتا ہے کہ روح کے لیے روٹی، کپڑا اور مکان کی فکر کرو۔ اس کے لیے انہوں نے مندرجہ ذیل آیات کا حوالہ دیا۔

۱۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (روح کی غذا)

۲۔ يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (روح کا لباس)

۳۔ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا (روح کا مکان)

اس مقالے میں آپ نے فرمایا:۔

"انسان کی فطرت ہے کہ وہ صداقت، نیکی اور حسن کی تلاش کرے اور اس جستجو میں انسانی روح کی وہ آخری منزل جہاں اس کی فطرت قرار پاتی ہے۔ وہ صرف خدا اور خدا کی ذات ہے۔"

اتفاق سے وہاں فلسفہ کے ایک مشہور و معروف پروفیسر صاحب بھی بیٹھے تھے۔ مضمون ختم ہونے پر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور سوال کرنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب آپ نے نیکی صداقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور حسن کی اصطلاحیں پیش کی ہیں ان سے خدا کی ذات کا تعین کیونکر ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس علمی سوال کا جواب علمی انداز میں دینے کے بجائے جوش میں آگئے اور کہنے لگے:۔

"پروفیسر صاحب! پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ خدا پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں؟ اس کے بعد بات ہوگی۔"

بھری محفل میں پروفیسر صاحب کو اپنے دہریہ ہونے پر کچھ جھجک اور شرم محسوس ہونے لگی اور وہ بغلیں جھانکنے لگے۔ آخر میں علامہ علاؤ الدین صدیقی جو جلسہ کے صدر تھے اور ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے درمیان میں پڑ کر بیچ بچاؤ کرا دیا اور یہ محفل بحث کا بارود خانہ بننے سے بچ گئی۔ تاہم پروفیسر صاحب اس تلخی کے زہر میں بجھ کر رہ گئے۔ بعد میں میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آپ کی یہ عادت لوگوں کو راہ چلتے دشمن بنا لینے کے لیے کافی ہے۔ فرمانے لگے

"یہ دہریے ہمارے دوست ہیں ہی کب کہ ان کی دشمنی کا غم رکھا جائے۔ اپنی نام نہاد مسلمانی کے پردے میں یہ لوگ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔ ان کو بے نقاب کرنا ہی چاہیے۔"

مولانا عبدالماجد دریا بادی نے ڈاکٹر صاحب مرحوم کے بارے میں "صدق جدید" بابت ۲۶ر مئی ۱۹۶۷ء میں لکھا تھا کہ:۔

"پاکستان میں علامہ اقبال کے بعد ڈاکٹر محمد رفیع الدین ہی سب سے بڑے فلسفی ہیں اور اس میں ذرا سا بھی مبالغہ نہیں ہے۔ کلامِ اقبال کا کسی نے اتنا عمیق مطالعہ نہیں کیا ہوگا جتنا کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے کیا۔ پھر فکر اقبال کے تمام گوشوں کا مجموعی احاطہ جس طرح آپ نے کیا اس کی بھی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے فکر اقبال کو اپنے اندر پوری طرح سے جذب کیا اور اس کو ایک نئے رنگ و روپ کے ساتھ نثر میں اس طرح پیش کیا کہ وہ ایک اعتبار سے نیا فلسفہ نظر آتا ہے۔ اس طرح سے آپ کی تحریروں نے فکر اقبال کو نئی تازگی بخشی ہے۔"

علامہ اقبال نے پیش گوئی کی تھی۔

دگر دیوانہ آید کہ در شہر افگند ہوئے   دو صد ہنگامہ بر خیزد ز سودائے کہ من دارم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر صاحب یقیناً دو صد ہنگامہ اٹھانے کے اہل تھے انہوں نے اقبال کے اشعار میں بکھرے ہوئے خیالات کو ایک نظامِ حکمت میں مدون کر کے اس کی مزید تشریح و توضیح کی اس ضمن میں ان کی پہلی تصنیف "مستقبل کا نظریہ حیات" انگریزی علمی کتابوں میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ انہوں نے نہ تو علامہ اقبال کی اصطلاحات استعمال کی ہیں اور نہ ہی قرآن اور حدیث کا کوئی حوالہ دیا ہے لیکن لطف کی بات ہے کہ اس کتاب میں شاید ہی کوئی ایسا خیال پیش کیا گیا ہو جو قرآن کی تعلیمات کی تائید و توثیق نہ کرتا ہو۔ اس کتاب پر علی گڑھ یونیورسٹی کے سابق صدر شعبہ فلسفہ سید ظفر الحسن جن کی صدارت میں علامہ اقبال نے اپنے مشہور انگریزی خطبات پیش کیے تھے رائے دی تھی کہ آج تک فلسفہ کی کوئی ایسی کتاب میری نظر سے نہیں گزری جو اسلام سے اتنی قریب ہو جتنا یہ مقالہ۔

میرے خیال میں مغربی ممالک میں اسلام کی تبلیغ کے لیے یہ ایک بہترین کتاب ثابت ہو سکتی ہے۔ نومسلم سکالر مریم جمیلہ نے بھی حاصل مطالعہ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جس میں اس نے اعتراف کیا تھا کہ :-

"یہ کتاب ان چند کتابوں میں سے ہے جو اس کے قبول اسلام پر منتج ہوئیں"

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے جو فلسفہ پیش کیا ہے اگرچہ علامہ اقبال کا بھی یہی فلسفہ ہے لیکن وہ تازہ اور نیا محسوس ہوتا ہے۔ مثلاً علامہ اقبال نے اگر اپنے کلام میں "خودی" اور "آرزو" یا "عشق" کی اصطلاحیں استعمال کی ہیں تو ڈاکٹر صاحب مرحوم نے انہی حقائق کی ترجمانی کے لیے شعور اور آدرش یا نصب العین جیسی اصطلاحوں سے اقبال کے فلسفہ کو زیادہ سائنٹفک بنا دیا ہے۔ اسی طرح علامہ اقبال کا فلسفہ اگر شعروں کی صورت میں بکھرا بکھرا ہے جس کو سمجھنے کے لیے عمر بھر ان کا بار بار مطالعہ کرنا چاہیے تو ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی صاف و شستہ نثری تحریر اور اس کی عقلی اور منطقی ترغیب و تنظیم کے لیے حکمتِ اقبال یا دوسرے لفظوں میں حکمتِ اسلام کو سمجھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ وہ دن دور نہیں جب علامہ اقبال کو سمجھنے کے لیے ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی تحریر۔ اور ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی تحریر سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لیے شعرِ اقبال کا مطالعہ لازم و ملزوم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سمجھے جائیں گے۔

سودائے اقبال کے ان دو صد ہنگاموں میں سے ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنے لیے جو ہنگامہ منتخب کیا وہ عقلی لادینیت کے خلاف جہاد تھا۔ مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ :-

"مسلمانوں کی علمی لادینیت کا سبب عقلی لادینیت ہے جو مغربی سائنس اور مغربی علوم کی وجہ سے ان کے اندر آئی ہے"

اس کے لیے ان کے پیش نظر نظام تعلیم کی اصلاح کا ایک جامع پروگرام تھا جس کے تحت وہ بے خدا سائنس کو مسلمان کرنا چاہتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ :-

"یہ رول مسلمان قوم کے لیے مقدر ہو چکا ہے کہ وہ اپنی یونیورسٹیوں میں سائنسی علوم کی نصابی کتابوں میں خدا اور سائنس کا الحاق کر کے اپنے دینی جذبہ کا احیاء اور اپنے بے مثل عقیدہ توحید کی نشر و اشاعت کا سامان کریں گے اور اس طرح وہ پوری دنیا پر چھا جائیں گے یہی وہ سامان ہے جس کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا :-

ہفت کشور جس سے تسخیر ہوں بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ سامان بھی ہے

ڈاکٹر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ :-

"ہمارے نظریہ حیات کی ممکنات کے اندر ہی اس بات کی شہادت ہے کہ ایک روز تمام دنیا پر اسلام کا تسلط اور غلبہ ہو گا۔ جوں جوں علمی حقائق منکشف ہو جائیں گے۔ دنیا میں قرآن حکیم کی صداقت واضح ہوتی جائے گی اور ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ پوری دنیا حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائے گی۔ قرآن حکیم کی آیت شریف سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ میں اسی بات کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اگر حقیقت کا درست اور مکمل نظریہ جس کی روشنی میں مذہب اور سائنس ایک نظر آتے ہیں۔ ہمارے پاس موجود ہے اور ہم ہی یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ خداوند کے تصور سے پیدا ہونے والی

بقیہ برص
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باقی اداریہ صہ ۵ سے آگے

فضا سے اور اس کے نتائج سے قطع نظر کر لیا جائے تو پھر تو شاید ہی کوئی ایک بھی مجرم قرار پا سکے۔

صدرِ والا قدر! سابق عوامی لیگ کے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبروں کے لیے انفرادی بنیادوں پر انتخابات کی بات بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اس لیے کہ مشرقی پاکستان میں کالعدم عوامی لیگ اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی کے ایک آدھ رکن اسمبلی کے سوا کوئی شخص بھی یہ کہنے کی سکت اپنے اندر نہیں رکھتا کہ وہ اپنے نام اور اپنے کام پر صوبائی یا قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہوا ہے، بلکہ ان پارٹیوں کی عظیم اکثریت ہی نہیں بلکہ تقریباً سبھی افراد کو مجیب اور بھٹو یا عوامی لیگ اور پیپلز پارٹی کے نام پر ووٹ ملے اور منتخب کیا گیا ہے اور پھر باقاعدہ پارٹی بیس (PARTY BASE) پر الیکشن لڑے گئے اور کشتی کے نام پر ووٹ طلب کیے گئے جسے خود الیکشن کمیشن نے پارٹی کے نام پر الاٹ کیا تھا۔ اس لیے اتنی واضح چیز کے باوجود اسے انفرادی بنیادوں پر انتخابات کہنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے جبکہ ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ کالعدم عوامی لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے انفرادی طور پر اتنا مقام نہیں رکھتے تھے کہ وہ وہاں کی عظیم اور قدآور شخصیتوں کو شکست دے سکتے جن میں سے بہتوں کی شہرت اپنے صوبے میں ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔

جنابِ صدر! ہم واشگاف الفاظ میں اپنی ناتواں آواز آپ تک پہنچانا چاہتے ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے ملک کو بلاواسطہ یا بالواسطہ اس نازک ترین موڑ تک پہنچایا، اس کی اقتصادی حالت کو تباہ کیا اور اس کے وجود تک کو مٹانے پر تل گئے اور آج جن کے مجرمانہ تعامل یا تغافل کی بنا پر ملک کی سرحدوں پر دشمن کی فوجوں نے ڈیرے ڈالے اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ورثہ اور مسلمانانِ عالم کی امیدوں کا مرکز و آماجگاہ پاک وطن خطرات سے ہمکنار رہوا۔ انہیں کسی صورت بھی اقتدار میں شریک نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی انہیں ملک کی مقننہ کے قریب تک پھٹکنے کی اجازت ہونا چاہیے، کہ بھیڑیوں کو بھیڑوں کے گلے کی نگہبانی نہیں سونپی جا سکتی۔

© rasailojaraid.com